بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد سلمان قاسمی پالنپوری
مفتی مدرسہ جامعہ خلیلیہ، ماہی
شمالی گجرات

کیا تاریخ کے اختلاف کے باوجود وکیل قربانی کرسکتا ہے؟

﴿دلائل کی روشنی میں﴾

پچھلے چند سالوں سے قربانی کے دو مسئلے موضوع بحث بن گئے ہیں (۱) موکل کے مکان پر قربانی کا وقت شروع نہیں ہوا ہے اور وکیل کے مکان پر قربانی کا وقت شروع ہو چکا ہے۔(۲) موکل کے مکان پر قربانی کا وقت ختم ہو چکا ہے اور وکیل کے مکان پر قربانی کا وقت موجود ہے۔ان دونوں مسئلوں میں وکیل کا اپنے موکل کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسکے بارے میں تین نقاط نظر پائے جاتے ہیں۔(۱) پہلے مسئلہ میں درست نہیں اور دوسرے مسئلہ میں درست ہے۔(۲) دونوں مسئلوں میں درست ہے۔(۳) دونوں مسئلوں میں درست نہیں ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پہلے نقطۂ نظر والے جن دلائل سے صرف ایک مسئلہ میں جواز ثابت کرتے ہیں، انہیں دلائل سے دوسرے نقطۂ نظر والے دونوں مسئلوں میں جواز ثابت کرتے ہیں، اور انہیں دلائل سے تیسرے نقطۂ نظر والے دونوں مسئلوں میں عدم جواز ثابت کرتے ہیں، اس لئے اتنی بات تو طے ہے کہ دلائل ایک ہی نقطۂ نظر کی تائید کر سکتے ہیں، سب کی نہیں، بالفاظ دیگر ایک ہی نقطۂ نظر درست ہوسکتا ہے، سب نہیں، اب وہ کونسا ہے، ہم اس تک رسائی کی کوشش کرتے ہیں، لیکن مطلوب تک رسائی مندرجہ ذیل امور کی تعیین پر موقوف ہے، لھذا پہلے ان کی تعیین کرتے ہیں۔

(۱) قربانی کا سبب نفس وجوب، وقت ہے یا نصاب؟ (۲) ذبح کے قربت بننے اور قربت باقی رہنے اور درست ہونے میں کس کے مقام کا اعتبار ہے؟ (۳) شہری اور دیہاتی کے حق میں قربانی کا وقت ادا کب شروع ہوتا ہے؟ اور شہر اور دیہات میں قربانی کا وقت ادا کب شروع ہوتا ہے؟ (۴) قربانی کے وقت ادا، شروع وختم ہونے میں کس کے مقام کا اعتبار ہے؟

قربانی کا سبب نفس وجوب، وقت ہے یا نصاب؟

قربانی کا نفس وجوب مکرر ثابت ہوتا ہے اور نفس وجوب کا تکرار، سبب نفس وجوب کے تکرار سے ثابت ہوتا ہے، لھذا سبب نفس وجوب ایسی چیز ہونی چاہیے جس میں تکرار ہو اور وہ وقت ہی ہوسکتا ہے نہ کہ نصاب قربانی، کیونکہ نصاب قربانی میں مال نامی ہونے کی شرط نہ ہونے کی وجہ سے اسمیں تکرار ہے ہی نہیں، ولا يشترط فيه النماء لا بالتجارة ولا بالحول (شرح العنايه مع فتح القدير ج/۲ ص/۲۸۸) اور نصاب زکوۃ میں صفت نمو ہی کی وجہ سے تکرار ثابت ہوتا ہے اور صدقۂ فطر کا سبب نفس وجوب جو کہ رأس ہے اس میں بھی فقہاء نے تقدیراً تکرار ثابت کیا ہے، تاکہ نفس وجوب کا تکرار ہوسکے فان الوصف لاجله كان الرأس موجباً وهو المؤنة يتجدد بمضى الزمان كما ان النماء الذى لاجله كان المال سبباً للوجوب يتجدد بتجدد الحول (المحرر فى اصول الفقه للسرخسى ج/۱ ص/۷۸) حاصل یہ کہ جب قربانی کا نفس وجوب مکرر ثابت ہوتا ہے، تو سبب نفس وجوب ایسی چیز ہونی چاہیے جس میں تکرار ہو اور وہ بالیقین وقت ہی ہے نہ کہ نصاب قربانی اور فقہاء کی صراحت بھی موجود ہے ان سبب وجوب الاضحية الوقت وهو ايام النحر والغنا شرط الوجوب (تکمله فتح القدير ج/۹ ص/۵۱۹) اور غنا یعنی ملک نصاب سبب نفس وجوب نہیں، بلکہ شرط نفس وجوب ہے، اسی لئے سبب نفس وجوب یعنی ایام نحر ہی میں غنا کا اعتبار ہے ان سے پہلے نہیں۔ هذه قربة موقتة فيعتبر الغنى فى وقتها (بدائع ج/۴ ص/۱۹۶)

بالفرض اگر قربانی کا سبب نفس وجوب ملک نصاب کو تسلیم کرلیں، تو یہ ممکن بھی نہیں، اس لئے کہ مکلف پر ملک نصاب کی وجہ سے یوم نحر سے پہلے ہی قربانی کا نفس وجوب ہو جائیگا، لیکن مکلف کے لئے یوم نحر کی آمد سے پہلے قربانی ادا کرنا درست نہ ہوگا، حالانکہ نفس وجوب کے لئے جواز ادا لازم ہے یعنی جب

مکلف پر کسی عبادت کا نفس وجوب ہوتا ہے، تو اس کے لئے عبادت کی ادائیگی جائز ہو جاتی ہے اگر چہ وجوب ادا نہ ہوا ہو جیسے جب ملک نصاب سے نفس وجوب ہو جاتا ہے، تو مالک نصاب بنتے ہی زکوۃ کی ادائیگی درست ہو جاتی ہے اگر چہ وجوب ادا حولان حول پر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے حج میں وقت کو اصح قول کے مطابق نفس وجوب کی شرط قرار دیا ہے کذا فی الفتح والبحر والدر المختار والشامی والطحطاوی علی المراقی والبدائع، شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں کہ مکلف پر کسی عبادت کا نفس وجوب ہو جائے اور جواز ادا متعین وقت کی آمد پر موقوف ہو، کیونکہ جواز ادا نفس وجوب کے لوازمات میں سے ہے لما صار الجزء الاول سبباً افاد الوجوب بنفسه وافاد صحة الاداء لكنه لم يوجب الاداء للحال (قوله افاد صحة الاداء) لان الوجوب لما ثبت كان جواز الاداء من ضروراته على ما عليه عامة الفقهاء والمتكلمين فان الوجوب يفيد جواز الاداء عندهم (كشف الاسرار عن اصول البزدوى ج ١/ ص ٢١٧/٢١٨ باب تقسيم المامور به فى حكم الوقت)

حاصل یہ کہ مضحی کے مقام پر یوم نحر کی آمد سے پہلے قربانی کا نفس وجوب ہوتا ہی نہیں اور نفس وجوب سے پہلے عبادت کی ادائیگی جائز نہیں۔

ذبح کے قربت بننے اور قربت باقی رہنے اور درست ہونے میں کس کے مقام کا اعتبار ہے؟

(۱) ذبح کا قربت بننا یعنی جانور کو ذبح کرنا عبادت بن جائے اور قربانی کا نفس وجوب ہی ذبح کا قربت بننا ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ مضحی پر یوم نحر سے پہلے ذبح واجب نہیں تھا، اس لئے ذبح اس کے لئے قربت بھی نہیں تھا، لیکن جب مضحی پر یوم نحر کی آمد سے قربانی کا نفس وجوب ہوا اور جانور ذبح کرنا واجب ہوا، تو ذبح اس کے لئے قربت بھی بن گیا، پس ثابت ہوا کہ مضحی کے مقام پر یوم نحر کی آمد سے ذبح قربت بنتا ہے، مقام اضحیہ کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

(۲) ذبح کا قربت باقی رہنا، جب مضحی کے مقام پر یوم نحر کی آمد سے ذبح قربت بن گیا، تو جب تک مضحی کے مقام پر وقت قربانی باقی رہے گا اور اس پر ذبح واجب رہے گا، تب تک ذبح اسکے لئے قربت رہے گا، اور جس وقت مضحی کے مقام پر وقت قربانی ختم ہو جائے اور اس پر قربانی کی قضا یعنی صدقہ کرنا واجب ہو جائے، ذبح واجب نہ رہے، تو ذبح اس کے لئے قربت بھی نہ رہے گا، بلکہ صدقہ قربت بن جائیگا۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ذبح قربت موقتہ ہے جسکا تقاضا یہ ہے کہ ذبح کے قربت بننے میں جس کے مقام کا اعتبار ہو، اس کے قربت باقی رہنے میں بھی اسی کے مقام کا اعتبار ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مضحی پر قربانی کی قضا واجب ہونا یعنی ذبح واجب نہ رہنا اور ذبح کا قربت ہونا یعنی ذبح کا واجب ہونا دونوں میں منافات ہے، اس لئے قربانی کی قضا واجب ہونا اور ذبح کا قربت ہونا دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے ہیں، حاصل یہ کہ ذبح کے قربت بننے اور قربت باقی رہنے میں صرف مضحی کے مقام کا اعتبار ہے، اس میں مقام اضحیہ کا مطلقاً کوئی دخل نہیں، بلکہ ذبح کے قربت بننے اور قربت باقی رہنے میں جانور کے مقام کا اعتبار کرنا خود جانور ہی کو مکلف بنا دینا ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی دلیل سے ذبح کے قربت بننے اور قربت باقی رہنے میں مقام اضحیہ کا معتبر ہونا ثابت نہیں، اور نہ ثابت کیا جا سکتا ہے، اور نہ فقہاء نے اس سے بحث کی ہے کہ ذبح کے قربت بننے اور قربت باقی رہنے میں کس کے مقام کا اعتبار ہے؟ اور نہ تو اسکی کوئی ضرورت تھی۔ عدم ضرورت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ذبح کے قربت بننے اور قربت باقی رہنے کا تعلق صرف مضحی سے ہے، اضحیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، لھذا اس سلسلہ میں کوئی اشتباہ تھا ہی نہیں کہ ضابطہ بیان کرنے کی ضرورت لاحق ہو۔ دوسری وجہ یہ کہ قربانی کے نفس وجوب ہی سے ذبح کا قربت بننا متحقق ہوتا ہے اور قربانی کی قضا واجب ہوتے ہی ذبح کا قربت ہونا ختم ہو جاتا ہے اور قربانی کے نفس وجوب اور وجوب قضا میں مضحی کے مقام کا معتبر ہونا مسلّم ہے، پھر ذبح کے قربت بننے اور قربت باقی رہنے میں کس کے مقام کا اعتبار ہے؟ یہ سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے؟ کہ اس سلسلے میں کوئی ضابطہ ذکر کیا جائے۔

(۳) ذبح کا درست ہونا یعنی قربت کی صحت، جب مضحی کے لئے ذبح قربت ہو (اس کے مقام پر ایام نحر موجود ہوں) اور اس کے لئے عبادت جانور ذبح کرنے میں ہو، تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قربت کی صحت یعنی ذبح کے درست ہونے میں کس کے مقام کا اعتبار ہے؟ مضحی کے یا اضحیہ کے؟ کیونکہ ذبح قربت کا تعلق مضحی واضحیہ دونوں سے ہے یعنی ذبح کے قربت بننے اور قربت باقی رہنے کا تعلق مضحی سے ہے اور ذبح کا محل اضحیہ ہے، اور

بسااوقات مضحی کے لئے ذبح کے قربت ہونے کی صورت میں بھی مضحی واضحیہ میں سے ایک کے مقام پر وقت ادا موجود ہوتا ہے اور دوسرے کے مقام پر وقتِ ادا موجود نہیں ہوتا ہے جیسے ایک شہر میں ہو اور دوسرا دیہات میں ہو، لھذا ضرورت پیش آئی ایک ایسے ضابطے کی جس سے بآسانی معلوم ہو جائے کہ قربت کی صحت میں کس کے مقام پر وقت ادا موجود ہونا ضروری ہے؟ تو فقہائے کرام نے ضابطہ بیان کر دیا کہ قربت کی صحت میں مقام اضحیہ اور مقام فاعل کا اعتبار ہے یعنی صرف مقام اضحیہ میں وقت ادا موجود ہونا ضروری ہے، مقام مضحی میں وقت ادا موجود ہونا ضروری نہیں، کیونکہ مضحی کے مقام پر ایام نحر موجود ہونے کی وجہ سے ذبح اسکے لئے قربت ہے اور اس قربت کی ادائیگی جانور ذبح کرنے میں ہے، اب صرف فعل ذبح یعنی قربت کی ادا باقی ہے جس کا تعلق صرف اضحیہ سے ہے اور جسکو تنہا وکیل بھی انجام دے سکتا ہے، پھر مضحی کے مقام پر وقت ادا موجود ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر مضحی کے مقام پر ایام نحر موجود نہ ہوں (خواہ آئے ہی نہ ہوں یا ختم ہو گئے ہوں) تو اس کے لئے ذبح قربت نہیں، قربانی کی ادا درست نہیں، پھر ادا کی صحت کا مسئلہ اور اسکی صحت میں کس کے مقام کا اعتبار ہے؟ یہ سوال ہی سرے سے ختم ہو جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ قربانی کے ادا وقضا ہونے کا تعلق صرف موکل کے مقامی وقت سے ہوتا ہے، البتہ قربانی کے ادا ہونے کی صورت میں صرف صحت ادا کا تعلق وکیل کے مقامی وقت سے ہوتا ہے اگر بذریعہ وکیل قربانی کروائے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ضابطہ صرف یہ ہے کہ صحت ادائے قربانی کے لئے مقام اضحیہ میں وقت ادا موجود ہونا ضروری ہے، مضحی کے مقام پر وقت ادا موجود ہونا ضروری نہیں، لیکن فقہاء نے یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ مضحی کے مقام پر ایام نحر کا موجود ہونا ضروری نہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں، مگر اس کے باوجود مضحی کے مقام پر وقت ادا کے موجود ہونے کے ضروری ہونے کی نفی سے، مضحی کے مقام پر ایام نحر کے موجود ہونے کے ضروری ہونے کی نفی ذہن نشین کر لی ہے یعنی وقت ادا اور ایام نحر میں تساوی کی نسبت سمجھ لی گئی ہے، حالانکہ دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، یوم نحر عام مطلق ہے اور وقت ادا خاص مطلق ہے، لھذا ہر یوم نحر کے پورے وقت کا مقام کے اعتبار سے وقت ادا ہونا ضروری نہیں، جیسے شہر میں نماز عید سے پہلے کا وقت یوم نحر ہے، وقت ادا نہیں، البتہ مقام کے اعتبار سے ہر وقت ادا کا یوم نحر ہونا ضروری ہے، تو گویا فقہاء نے مضحی کے مقام پر خاص مطلق یعنی وقت ادا کے موجود ہونے کے ضروری ہونے کی نفی کی ہے، لیکن عام مطلق یعنی یوم نحر کے موجود ہونے کے ضروری ہونے کی نفی سمجھ لی گئی ہے، حالانکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی ثابت نہیں ہو سکتی، لھذا مضحی کے مقام پر یوم نحر کا موجود ہونا تو ضروری ہے، اور اسی بات کے پیش نظر نہ رہنے کی وجہ سے موضوع بحث دونوں مسئلوں کے بارے میں تین نقاط نظر پیدا ہو گئے ہیں۔

شہری اور دیہاتی کے حق میں قربانی کا وقتِ ادا کب شروع ہوتا ہے؟

اور شہر اور دیہات میں قربانی کا وقتِ ادا کب شروع ہوتا ہے؟

دار الس...

ہر شخص کے لئے خواہ شہری ہو یا دیہاتی اسکے مقام پر یوم نحر کی صبح ہوتے ہی اسکے حق میں وقت ادا شروع ہو جاتا ہے، خود شہری اور دیہاتی کے حق میں وقت ادا کی ابتدا وانتہا میں کوئی فرق نہیں، دونوں کے لئے مکمل تین دن وقت ادا ہے، ایام نحر کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں کہ جس میں شہری کے حق میں وقت ادا نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ شہری شہر میں رہتے ہوئے بھی نماز عید سے پہلے دیہات میں کسی کو وکیل بنا کر قربانی کر سکتا ہے، اگر شہری کے حق میں نماز عید سے پہلے وقت ادا شروع نہ ہوتا، تو وہ جس طرح شہر میں قربانی نہیں کر سکتا ہے، اسی طرح وہ دیہات میں بھی قربانی نہ کر سکتا۔

فلا یجوز لاحد ان یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الاول من ایام النحرویجوز بعد طلوعه وسواء کان من اهل المصر اومن اهل القری (بدائع ج/۴ ص/۲۱۱ مکتبه دار الکتاب دیوبند)

البتہ شہر و دیہات میں وقت ادا شروع ہونے میں فرق ہے، شہر میں نماز عید کے بعد وقت ادا شروع ہوتا ہے جبکہ دیہات میں یوم نحر کی صبح ہوتے ہی وقت

ادا شروع ہو جاتا ہے، پس ہر شخص خواہ شہری ہو یا دیہاتی اگر شہر میں قربانی کرنا چاہتا ہے، تو وہ نماز عید کے سے پہلے قربانی نہیں کرسکتا ہے، قربانی نہ کر سکنے کی وجہ یہ نہیں کہ مضحی کے حق میں وقت ادا موجود نہیں، بلکہ مضحی کے حق میں تو وقت ادا موجود ہے، لیکن وہ جس مقام پر قربانی کرنا چاہتا ہے (شہر) اس میں وقت ادا موجود نہیں، اور اگر مضحی خواہ شہری ہو یا دیہاتی دیہات میں قربانی کرنا چاہتا ہے، تو وہ صبح ہوتے ہی قربانی کرسکتا ہے، اور وقت ادا ختم ہونے میں شہر و دیہات میں کوئی فرق نہیں دونوں جگہ ایک ساتھ ۱۲ ذی الحجہ کے غروب ہوتے ہی وقت ادا ختم ہو جاتا ہے، اور چونکہ شہری عموماً شہر میں قربانی کرتا ہے اور دیہاتی عموماً دیہات میں قربانی کرتا ہے، اس لئے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ شہری کے لئے وقت ادا نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور دیہاتی کے لئے وقت ادا یوم نحر کی صبح ہوتے ہی شروع ہوتا ہے، ورنہ حقیقت وہی ہے جو سابق میں ذکر کی گئی۔

قربانی کے وقت ادا شروع وختم ہونے میں کس کے مقام کا اعتبار ہے؟

قربانی کے وقت ادا شروع وختم ہونے میں صرف مضحی کے مقام کا اعتبار ہے، اس میں مقام اضحیہ کا کوئی دخل نہیں، اور فقہاء نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے، چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ قربانی کا وقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: واما الذی یرجع الی وقت التضحیة فهو انها لاتجوز قبل دخول الوقت...... فلا یجوز لاحدان یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الاول من ایام النحر ویجوز بعد طلوعه (بدائع ج۴/ ص۲۱۱) فاذا خرج الوقت تحول الواجب من الاراقة الی التصدق (بدائع ج۴/ ص۲۰۰)

مذکورہ دونوں عبارتوں میں مضحی کے مقام میں دخول وقت اور مضحی کے مقام سے خروج مراد ہے، لھذا ثابت ہوا کہ دخول وقت ادا اور خروج وقت ادا میں صرف مضحی کے مقام کا اعتبار ہے، اس سلسلے میں مقام اضحیہ کا مطلقاً کوئی اعتبار نہیں، یہی وجہ ہے کہ جب مقامِ مضحی میں وقت قربانی موجود ہو اور مقام اضحیہ میں وقت قربانی ختم ہو جائے، تو بالاتفاق وقتِ ادا ختم ہونے میں مقام اضحیہ کا اعتبار نہیں، وقت قربانی کے آغاز واختتام کے بارے میں مقام اضحیہ کے معتبر ہونے کی تصریح تو دور کی بات ہے، کتب فقہ میں جس موقع پر وقت ادا شروع وختم ہونے کو فقہاء نے بیان کیا ہے وہاں مقام اضحیہ کا تذکرہ تک نہیں۔ اور یہ بات عقل سے بھی سمجھ میں آتی ہے کہ وقت ادا مکلف کو عبادت کی ادائیگی کے لئے دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت سے فلاں وقت کے اندر ہی عبادت کو انجام دیدیا جائے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک مکلف انسان کے ایک اہم فریضہ کی ادائیگی کا وقت جانور کے گاؤں میں وقت ادا شروع ہونے سے شروع ہو اور جانور کے گاؤں میں وقت ادا ختم ہونے سے ختم ہو؟ ہاں یہ تو ہو سکتا ہے کہ انسان کے فریضہ کی ادا کا محل جانور ہو، تو فریضہ کی ادائیگی کے وقت، جانور کے مقام پر وقت ادا موجود ہونا ضروری ہو۔

فلاسبیل الی التقرب بالاراقة بعد خروج الوقت لما قلنا انتقل الواجب (بدائع ج۴/ ص۲۰۲)

اس عبارت میں نکرہ نفی کے تحت لاکر مضحی کے مقام سے خروج وقت اور تحول واجب کے بعد ذبح کے قربت ہونے اور ادائے عبادت کے درست ہونے کی تمام راہوں کو فقہاء نے مسدود کر دیا ہے، اب مضحی کے لئے اپنے مقام پر رہتے ہوئے ذبح کے ذریعہ عبادت ادا کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں، الّا یہ کہ خود مضحی سفر کر کے مقام اضحیہ، جہاں وقت قربانی موجود ہے پہونچ جائے، تو وہ اضحیہ کے مقامی باشندوں کے حکم میں ہو جائے گا، ذبح اسکے لئے قربت بن جائے گا اور اسکے حق میں وقت ادا لوٹ آئیگا، اب اسکے لئے قضائے قربانی جائز ہی نہیں نہ اصالۃً نہ نیابۃً، جیسے سورج کے غروب ہونے کے بعد لوٹ آنے سے وقت عصر لوٹ آتا ہے، فلو غربت ثم عادت هل یعود الوقت؟ الظاهر نعم (الدر المختار، کتاب الصلوة) لیکن موکل کے اپنے مقام، جہاں وقت قربانی ختم ہو گیا ہے، پر رہتے ہوئے مقام اضحیہ میں کسی کو وکیل بنانے سے اسکے حق میں وقت ادا کا لوٹ آنا اور ذبح کا قربت بن جانا یعنی ذبح کا واجب ہو جانا نہ تو درست ہے اور نہ تو کسی دلیل سے ثابت ہے، کمامر تفصیلہ، مذکورہ تفصیل سے حقیقت تو واضح ہو چکی ہے کہ تیسرا نقطۂ نظر (دونوں مسئلوں میں عدم جواز) ہی درست ہے، لیکن مزید شرح صدر کے لئے دلائل میں غور کرتے ہیں۔

مضبوط دلیل کا جائزہ

موضوع بحث دونوں مسئلوں کے بارے میں پیش کئے جانے والے دلائل کا مدار بظاہر دو باتوں پر ہے، ذبح کا قربت ہونا اور جانور کا اضحیہ ہونا، لیکن درحقیقت ان کا مدار صرف ایک ہی بات ''ذبح کے قربت'' ہونے پر ہے، کیونکہ مضحی کے لئے ذبح کے قربت ہونے کی صورت میں جانور اضحیہ ہوتا ہے اور ذبح کے قربت نہ ہونے کی صورت میں جانور اضحیہ نہیں ہوتا ہے، اب ان دلائل میں غور کرتے ہیں جن سے تینوں نقاط نظر والوں نے استدلال کیا ہے کہ وہ کس نقطۂ نظر کی تائید کرتے ہیں اور کس کا نقطۂ نظر ان سے ثابت ہوتا ہے، بلکہ تمام دلائل میں بھی غور کرنے کی ضرورت نہیں، صرف ایک ہی دلیل کا جائزہ لیتے ہیں جو ہر نقطۂ نظر کی سب سے مضبوط دلیل شمار کی جاتی ہے جس سے دوسرے دلائل کا حال بھی خود بخود واضح ہوجائیگا، وہ مضبوط دلیل یہ ہے:

ان القربة فى الذبح والقربات المؤقتة يعتبر وقتها فى حق فاعلها لا فى حق المفعول عنه (بدائع ج۴/ ص۲۱۳)

یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ فقہاء نے یہ دلیل اور دیگر دلائل جن سے استدلال کیا جاتا ہے شہری اور دیہاتی کے مسئلہ میں بیان فرمائے ہیں، اس لئے شہری اور دیہاتی کے مسئلہ کی مکمل نوعیت پیشِ نظر رکھ کر ہی ان کا صحیح مفہوم ومصداق متعین کیا جاسکتا ہے، لھذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں کچھ تفصیل درج کی جائے۔

(۱) دیہات شہر کے تابع ہوتے ہیں ایام نحر دونوں جگہ ایک ساتھ شروع اور ختم ہوتے ہیں، جیسا کہ فقہاء نے بھی اس کی صراحت کردی ہے: ودخول الوقت لا يختلف فى حق اهل الامصار والقرىٰ وانما يختلفون فى وجوب الصلوة فليس على اهل القرىٰ صلوة العيد (مبسوط سرخسی ج/۱۲ ص/۱۳)

(۲) شہری اور دیہاتی کے مسئلہ میں مضحی اور اضحیہ کے مکان میں اختلاف کی صورت میں کوئی ایسی صورت ممکن ہی نہیں کہ اضحیہ کے مقام پر وقت ادا موجود ہو اور مضحی کے مقام پر یوم نحر موجود نہ ہو، لھذا اضحیہ کے مقام پر جب بھی وقت ادا موجود ہوگا، تو مضحی کے مقام پر بھی ضرور یوم نحر موجود ہوگا، اس سلسلہ میں کسی ضابطہ کی ضرورت ہی نہیں، البتہ یہ صورت ممکن ہے کہ مضحی کے مقام پر وقت ادا موجود نہ ہو اور اضحیہ کے مقام پر وقت ادا موجود ہو یا اسکے برعکس، پس مضحی کے مقام کے وقت ادا اور اضحیہ کے مقام کے وقت ادا میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کبھی مضحی کے مقام کا وقت ادا عام مطلق اور اضحیہ کے مقام کا وقت ادا خاص مطلق ہوتا ہے اور کبھی اسکے برعکس، لھذا مضحی اور اضحیہ کے مقام کے وقت ادا میں اختلاف ہی کی وجہ سے ضابطہ بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ انما يعتبر فى هذا مكان الشاة لا مكان من عليه (بدائع ج/۴ ص/۲۱۳) اس ضابطہ کا مقصد صرف مضحی کے مقام میں وقت ادا کے موجود ہونے کے ضروری ہونے کی نفی ہے، لیکن مضحی کے مقام پر یوم نحر کے موجود ہونے کے ضروری ہونے کی نفی مقصود نہیں، اور یہ نفی مقصود بھی کیسے ہوسکتی ہے؟ جبکہ شہری اور دیہاتی کے مسئلہ میں یہ ممکن بھی نہیں۔

(۳) شہری اور دیہاتی کے مسئلہ میں مضحی کے مقام اور اضحیہ کے مقام میں وقت ادا ختم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، لھذا یہ ممکن نہیں کہ اضحیہ کے مقام پر وقت ادا موجود ہو اور مضحی کے مقام پر وقت ادا ختم ہوگیا ہو یا اس کے برعکس، حاصل یہ کہ فقہاء نے مضحی اور اضحیہ دونوں کے مقام پر ایام نحر موجود ہونے کی صورت ہی میں صرف وقت ادا کے اختلاف کو پیش نظر رکھ کر مقام اضحیہ کے معتبر ہونے کا ضابطہ وضع کیا ہے، یہ ضابطہ ایام نحر میں اختلاف کی صورت کے لئے ہے ہی نہیں۔

اب مضبوط دلیل میں غور کرتے ہیں، اس کا پہلا جملہ ان القربۃ فی الذبح منطقی اعتبار سے صغریٰ ہے اور والقربات المؤقتۃ الخ کبریٰ ہے اور نتیجہ محذوف ہے اس قیاس میں حد اوسط یعنی علت قربت ہے اور ذبح کے لئے حدِ اوسط کے واسطے یعنی قربت کی علت سے مقام فاعل کے وقت کے معتبر ہونے کا حکم ثابت کیا ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ نتیجہ کی صحت صغریٰ اور کبریٰ کی صحت پر موقوف ہوتی ہے، دلیل کا صغریٰ ہے ان القربۃ فی الذبح یعنی عبادت ذبح کرنے میں ہے اور عبادت ذبح کرنے میں اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ خود ذبح کرنا بھی فی الحال عبادت ہو، شہری اور دیہاتی کے مسئلہ کے اعتبار سے صغریٰ بالکل درست ہے، کیونکہ مؤکل خواہ شہری ہو یا دیہاتی اس کے مقام پر ایام نحر موجود ہونے کی وجہ سے اس کے لئے ذبح قربت ہے اور اس کے لئے عبادت جانور ذبح کرنے میں ہے، صدقہ کرنے میں نہیں، اور کبریٰ کی صحت کے بارے میں تو کس کو کلام ہوسکتا ہے؟ وہ تو ہے ہی قاعدۂ کلیہ، پس جب شہری اور دیہاتی کے

مسئلہ میں صغریٰ وکبریٰ صحیح ہے، تو نتیجہ یعنی ذبح کے قربت ہونے کی صورت میں مقام فاعل کے وقت کا معتبر ہونا بھی بالکل درست ہے۔

یہ دلیل قربانی کے ہر اس مسئلہ کی دلیل بن سکتی ہے جسمیں اس دلیل کا صغریٰ درست ہو، اور ہمارے موضوع بحث دونوں مسئلوں میں اس دلیل کا صغریٰ ہی درست نہیں ہے۔ پہلے مسئلہ میں صغریٰ درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مؤکل کے مقام پر یوم نحر نہ آنے کی وجہ سے اس پر قربانی کا نفس وجوب نہیں ہوا ہے یعنی ذبح اس کے لئے قربت نہیں بنا ہے، ابھی اس کے لئے قربت جانور ذبح کرنے میں نہیں ہے، لھذا صغریٰ کاذب ہے۔ اور دوسرے مسئلہ میں صغریٰ درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مؤکل کے مقام پر ایام نحر ختم ہو جانے کی وجہ سے اس پر قربانی کی قضا (صدقہ کرنا) واجب ہوگئی، ذبح واجب نہ رہا، تو اب ذبح مؤکل کے لئے قربت نہ رہا اور وہ من علیہ الاضحیہ بھی نہ رہا، بلکہ من علیہ الصدقہ ہوگیا اور اس کی طرف سے ذبح کیا جانے والا جانور بھی اضحیہ نہ رہا، پس دوسرے مسئلہ میں بھی صغریٰ کاذب ہے، لھذا ذبح میں مقام فاعل کا اعتبار کر کے موضوع بحث کسی ایک مسئلہ میں بھی قربانی کا جواز ثابت کرنا درست نہیں، بلکہ بلا دلیل ہے، موضوع بحث دونوں مسئلوں میں یا صرف ایک مسئلہ میں قربانی کا جواز اس وقت ثابت ہوتا جبکہ قیاس میں حدِ اوسط یعنی علت یعتبر وقتھا الخ ہوتی اور حکم قربت ہوتا، اور ذبح کے لئے مقام فاعل میں وقت ادا موجود ہونے کے واسطہ سے قربت ہونے کا حکم ثابت کیا جاتا، حالانکہ یعتبر وقتھا الخ قیاس میں حدِ اوسط یعنی علت نہیں ہے، کیونکہ وہ مکرر نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود یعتبر وقتھا الخ کو حدِ اوسط یعنی علت سمجھ کر ذبح کے لئے مقام فاعل میں وقت ادا موجود ہونے کے واسطہ سے قربت ہونے کا حکم ثابت کر کے دونوں مسئلوں میں یا ایک میں جواز ثابت کیا ہے (حکم کو علت اور علت کو حکم بنا کر جواز ثابت کیا ہے) جو درست نہیں، بلکہ فقہاء نے قربت کو علت اور مقام فاعل کے وقت کے معتبر ہونے کو حکم بنایا تھا اور ذبح کے لئے قربت کی علت سے مقام فاعل کے وقت کے معتبر ہونے کا حکم ثابت کیا تھا، پس گویا قیاس تو ذبح کے لئے قربت ہونے کے واسطہ سے مقام فاعل کے وقت کے معتبر ہونے کا حکم ثابت کر رہا ہے۔

یہ دلیل تیسرے نقطۂ نظر کو ثابت کر رہی ہے کہ جب موکل کے لئے اس کے مقام پر ایام نحر موجود نہ ہونے کی وجہ سے ذبح قربت نہیں، اس کے لئے عبادت ذبح کرنے میں نہیں، تو پھر مقام فاعل کے وقت کا اعتبار بھی نہیں اگر چہ وہاں وقت ادا موجود ہو، کیونکہ ذبح کے لئے قربت کی علّت سے مقام فاعل کے وقت کے معتبر ہونے کا حکم ثابت تھا، پس جب علّت یعنی قربت ہی معدوم ہے تو حکم یعنی مقام فاعل کے وقت کا معتبر ہونا بھی معدوم ہوگا، لان الحکم یدور مع العلّة، حاصل یہ ہے کہ جب مضبوط دلیل سے بھی کسی ایک مسئلہ میں جواز ثابت نہ ہوا تو دوسرے دلائل کا حال بھی واضح ہے، لھذا تیسرا نقطۂ نظر ہی بالکل درست، دلائل کے اعتبار سے مضبوط اور تمام فقہی عبارات اس کی تائید میں ہیں، لیکن اس کے باوجود جو حکم تھا اس کو علت اور جو علت تھی اس کو حکم بنا کر دونوں مسئلوں میں یا صرف ایک مسئلہ میں جواز ثابت کیا گیا ہے۔ فیا للعجب

لمحۂ فکریہ

مضبوط دلیل کا کبریٰ والقربات المؤقتة الخ قاعدۂ کلیہ ہے یعنی مقام فاعل کے وقت کا معتبر ہونا یہ قربانی کی کوئی تخصیص نہیں، بلکہ تمام قربات موقتہ کا حکم ہے، پس کیا کوئی ایسی قربت موقتہ ہے کہ جس کا مؤکل پر نفس وجوب نہ ہوا ہو یا وقت ادا فوت ہونے کی وجہ سے قضا واجب ہو جاتی ہو، اس کے باوجود وکیل اپنے مقام پر وقت قربت موجود ہونے کی وجہ سے اس کو ادا (قضا نہیں) کرسکتا ہو؟ اگر نہیں، تو پھر قربانی کی کیا خصوصیت ہے؟ کہ وکیل کو یہ اختیار حاصل ہوگیا کہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دے سکے یعنی موکل کی قضا شدہ غیر معقولہ عبادت کو بصورت ادا بجالائے یا غیر واجب شدہ عبادت کو قبل الوجوب ہی ادا کردے۔

ایک اور غلط فہمی یا مغالطہ

یہاں دو چیزوں میں فرق کرنا ضروری ہے (۱) ثبوت شئ یعنی کسی چیز کا ثابت ہونا (۲) صحت شئ یعنی شئ کا درست ہونا، پہلے کوئی چیز ثابت ہوتی ہے پھر وہ صحیح اور درست ہوتی ہے، ذبح کا ادائے قربانی یعنی قربت ہونا ثبوت شئ ہے اور ذبح کا ادائے قربانی ہونا ثابت ہو جانے کے بعد اس کا درست ہونا یہ صحت شئ ہے، قائلین جواز صحت شئ کے دلائل سے ثبوت شئ اور صحت شئ یعنی قربت اور صحت قربت دونوں کو ثابت کرتے ہیں جبکہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ صحت شئ

جانور ذبح کی طرف سے موکل کا وکیل تو ہوں، موجود نہ نحر ایام پر مقام کے موکل جب کہ ہے کہنا یہی کا جواز مانعین نہیں، کافی لئے کے شئ ثبوت دلائل لے

بلکہ موضوع ہے، سکتا ہو نہیں ثابت سے کرنے بیان ضابطے اور دلائل کے ادا صحت صرف جواز کا قربانی یہاں لھذا نہیں، ہی ہے قربت یعنی قربانی ادائے کرنا

بلکہ نہیں، ثابت سے دلیل کسی ہونا قربت کا اسکا اور ہے ضرورت کی کرنے ثابت سے دلائل ہونا قربت یعنی قربانی ادائے کا ذبح پہلے میں مسئلوں دونوں بحث

ہوتی نہ درست اور واجب قضا میں مسئلہ دوسرے تو ہوتا، قربت یعنی قربانی ادائے ذبح یہاں اگر کہ ہے یہ دلیل وہ اور ہے ثابت سے دلیل ہونا نہ قربت کا ذبح

بالارقة تعلق الوجوب لان الاضحية عن لايجزيه الوقت فی قيمتها او الشاة بعين لوتصدق حتی مقامها غيرها لايقوم ان ومنها۔

والاصل ان الوجوب اذا تعلق بفعل معين انه لايقوم غيره مقامه ﴿بدائع کتاب الاضحیہ﴾

قربانی کا جواز مفاسد پر مشتمل ہے

پہلے مسئلہ میں عدم جواز کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مزید لکھنے کی ضرورت نہیں، البتہ دوسرے مسئلہ میں قربانی کا جواز مندرجہ ذیل مفاسد پر

مشتمل ہے۔(۱) وقت ادا ایک مرتبہ شروع ہو کر ایک ہی مرتبہ ختم ہوتا ہے، اس کے باوجود وقت ادا کا دو مرتبہ ختم ہونا لازم آئیگا، ایک مرتبہ وقت ادا ختم ہوگا

مضحی کے مقام پر جس سے قضا واجب ہوگی اور دوسری مرتبہ وقت ادا ختم ہوگا مقام اضحیہ میں جس سے ادا درست نہ رہے گی، کیا یہ ممکن ہے؟ (۲) اگر وقت ادا

ختم ہونے میں صرف مقام اضحیہ کا اعتبار کیا جائے، تو لازمی طور پر وجوب قضا میں بھی صرف مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا، کیونکہ وقت ادا ختم ہوتے ہی قضا واجب

ہوتی ہے، لھذا جب موکل کے مقام پر وقت قربانی موجود ہو اور اضحیہ کے مقام پر وقت قربانی ختم ہوگیا، تو موکل پر قضائے قربانی واجب ہوجانی چاہئے،

حالانکہ کوئی وجوب قضا بلکہ جواز قضا کا بھی قائل نہیں۔(۳) موقف جواز کے لحاظ سے موکل پر نہ ادا واجب ہے اور نہ قضا واجب ہے، بلکہ موکل کو اختیار ہے

کہ ادا و قضا میں سے جو چاہے انجام دے، متعین طور پر کوئی ایک واجب نہیں، تو کیا شریعت میں اسکی کوئی نظیر ہے کہ مکلّف کو بیک وقت قضا و ادا میں سے جو

چاہے انجام دینے کا اختیار ہو؟ (۴) موکل نے مقام اضحیہ میں کسی کو وکیل بنا کر قربانی ادا کی اور موکل کے مقام پر دوسرا شخص قضا کرتا ہے، موقف جواز کے

لحاظ سے دونوں کی ادا و قضا درست ہے، پس ایک ہی مقام پر رہتے ہوئے بیک وقت ایک شخص کا ادا اور دوسرے شخص کا قضا کرنا لازم آئیگا، تو کیا یہ ممکن ہے؟

اور اس کی کوئی نظیر ہے؟۔(۵) خود موکل بیک وقت ادا و قضا پر قادر ہو جائیگا، حالانکہ یہ محال ہے۔(۶) وقت قربت کا شروع و ختم ہونا غیر اختیاری شئ ہے اس

میں بندے کے اختیار کو کوئی دخل نہیں، لیکن اگر ہم وقت ادا شروع و ختم ہونے میں مقام اضحیہ کا اعتبار کریں، تو یہ بندے کی اختیاری چیز بن جائیگی۔

(۷) موکل بیک وقت نیابۃً ادا و قضا دونوں پر قادر ہو جائیگا، کیا یہ درست ہے؟ (۸) وقت ادا موجود ہونے کے باوجود درمیان میں قضا کا واجب ہونا لازم

آئیگا، کیا یہ محال نہیں ہے؟ (۸) موکل کے لئے ایام قربانی چار یا پانچ دن ہو جائیں گے، جسکا باطل ہونا ظاہر ہے۔

حاصل یہ کہ مجوزین کی طرف سے المعتبر مکان الاضحیہ کا جو مفہوم پیش کیا جا رہا ہے، بالفرض اگر وہی فقہاء کی مراد ہوتا، تو مندرجہ بالا مفاسد لازم نہ آتے۔

دفع شبہات

انما يعتبر فی هذا مکان الشاة لا مکان من عليه اور **المعتبر فی ذالک مکان الاضحية** وغیرہ میں ھذا اور ذالک کا مشار الیہ صرف نماز

عید سے پہلے قربانی کا جواز یا عدم جواز ہے، مطلقاً جواز یا عدم جواز مراد نہیں جیسا کہ انکا سیاق و سباق اس پر دال ہے (۲) حجاج کرام کے ذریعہ مکہ مکرمہ میں

قربانی کروانے کے تعامل سے استدلال تام نہیں، وجہ اسکی یہ ہے کہ اگر واجب قربانی کروانے کا تعامل ہوتا، تو فقہا ضرور اس مسئلہ کو بیان کرتے کیونکہ

المعتبر فی ذالک مکان الاضحية ضابطہ کی وضاحت کے لئے اس کا ذکر اہم تھا، نہ کہ شہری اور دیہاتی کے مسئلہ کا، حالانکہ تمام کتب فقہ ساکت

ہیں۔ جبکہ فقہا نے بعض فرضی مسائل بھی بیان کر دئے ہیں، لھذا اگر کتب غیر فقہیہ میں اس قسم کا کوئی تذکرہ یا قصہ ملے، تو اسکو زیادہ سے زیادہ نفلی قربانی پر محمول

کیا جائیگا، جس سے فراغ ذمہ مقصود نہیں ہوتا، لیکن واجب قربانی مراد لینے کے لئے معتبر ومضبوط دلیل کی ضرورت ہے جو موجود نہیں (۳) دوسرے مسئلہ میں قربانی ناجائز کہنے کی صورت میں یہ شبہ کہ بیرون ملک باشندوں کی قربانی ہندوستان میں ہوتی ہے، لھذا حرج وتنگی لازم آئیگی، درست نہیں، اولاً اسلئے کہ سب جگہ ایام نحر کے ایک یا دو دن مشترک ہوتے ہیں مضحی کے مقامی وقت کا لحاظ آسان ہے اگر کرنا ہو، ثانیاً بالفرض اگر کچھ حرج بھی ہو، تو کیا یہ حرج شرعاً معتبر بھی ہے؟ جبکہ مؤکل خود اپنے مقام پر اور قرب وجوار میں، بلکہ ہندوستان میں بھی بسہولت وقت کے اندر قربانی کرسکتا ہے (۴) یہ شبہ کہ اگر قربانی کو ناجائز کہا جائے تو وکیل پریشانی میں مبتلا ہو جائیگا اور اس کو یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ مؤکل کے مقام پر وقت موجود ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں صرف اتنی بات عرض ہے کہ مؤکل کی قربانی میں وکیل کے حرج اور پریشانی کا شرعاً کوئی اعتبار بھی ہے؟ کہ جس کی رعایت ضروری ہو۔ (۵) دوسرے مسئلہ میں قربانی کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے حج عن الغیر فرضاً کو پیش کرنا ایک مغالطہ کہا جائیگا، کیونکہ مؤکل پر حج کی ادا واجب ہے اور اس کی ادائیگی کا وقت پوری زندگی ہے، مؤکل جب بھی حج کریگا ادا ہی شمار ہوگا پس مؤکل پر حج کی ادا واجب ہے اور وکیل بھی ادا کر رہا ہے اور قربت موقتہ (حج بھی من وجہ موقت ہے) کی ادائیگی میں فاعل یعنی وکیل کے مقام کا معتبر ہونا مسلّم ہے اور قربانی کے دوسرے مسئلہ میں مؤکل پر قضا یعنی صدقہ واجب ہے اور وکیل ادا یعنی ذبح کر رہا ہے، لھذا دونوں میں بہت بڑا فرق ہے، یہ قیاس مع الفارق ہے۔ حاصل یہ کہ جواز کی کوئی قابل ذکر دلیل نہیں اور جس حرج کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ بھی قابل اعتبار نہیں، کیونکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق قربانی نہ کرسکنے کا حرج ہے یا صرف ایک فون کرنے کو بھی حرج میں داخل مانا ہے۔

عدم قائل بالفصل

موضوع بحث دونوں مسئلوں میں قائل بالفصل ہونا درست ہی نہیں، اگر پہلے مسئلہ میں قربانی کو ناجائز کہا جائے، تو لازمی طور پر دوسرے مسئلہ میں بھی قربانی کا عدم جواز ثابت ہو جائیگا، کیونکہ عبادت کی ادائیگی جس طرح وقت سے پہلے درست نہیں اسی طرح وقت ادا ختم ہونے کے بعد بھی درست نہیں اور جب پہلے مسئلہ میں وقت ادا شروع ہونے میں مضحی کے مقام کا اعتبار کیا، تو لازمی طور پر دوسرے مسئلہ میں بھی وقت ادا ختم ہونے میں مضحی کے مقام کا اعتبار ہوگا، اور اگر دوسرے مسئلہ میں قربانی کو جائز کہا جائے، تو لازمی طور پر پہلے مسئلہ میں بھی قربانی کا جواز ثابت ہو جائیگا، کیونکہ جب صرف مقام اضحیہ میں وقت ادا موجود ہونے سے مؤکل کے حق میں بھی وقت ادا موجود رہ سکتا ہے، تو پہلے مسئلہ میں بھی صرف مقام اضحیہ میں وقت ادا شروع ہونے سے مؤکل کے حق میں بھی وقت ادا شروع ہوسکتا ہے، دونوں میں فصل کی کوئی وجہ نہیں، اور وقت ادا شروع ہونے سے نفس وجوب بھی خود بخود ہو جائیگا۔ حاصل یہ کہ جب پہلے مسئلہ میں تقریباً سب کے نزدیک عدم جواز مسلّم ہے، تو دوسرے مسئلہ میں بھی عدم جواز مسلّم ہونا چاہئے ورنہ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والا مسئلہ بن جائیگا۔

خلاصۂ بحث

تیسرا نقطۂ نظر یعنی دونوں مسئلوں میں عدم جواز، ہی دلائل کے اعتبار سے درست ہے، لھذا صحت ادائے قربانی کے لئے مضحی واضحیہ دونوں کے مقام پر ایام نحر کا موجود ہونا تو بہر حال ضروری ہے، البتہ وقت ادا کا صرف مقام اضحیہ میں موجود ہونا ضروری ہے، مضحی کے مقام پر موجود ہونا ضروری نہیں، بالخصوص اراقۃ الدم یعنی قربانی کا قربت ہونا، موقت ہونا، غیر معقول ہونا، اس کے ادا وقضا کے طریقہ کا مختلف ہونا، ان میں سے ہر چیز احتیاط در احتیاط کی متقاضی ہے جب کہ کوئی قابل ذکر دلیل بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نوٹ: دار العلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے دار الافتاء نے اس کی تصدیق کردی ہے۔

محمد سلمان قاسمی پالنپوری
مفتی مدرسہ جامعہ خلیلیہ، ماہی
شمالی گجرات

بذریعہ وکیل قربانی کروانے کے مسئلہ کی تحقیق

قربانی کے دو مسئلے پچھلے چند سالوں سے اختلافی بنے ہوئے ہیں:

۱۔ موکل کے مقام پر وقت قربانی شروع نہیں ہوا ہے اور وکیل کے مقام پر وقت قربانی شروع ہو چکا ہے۔ ۲۔ موکل کے مقام پر وقت قربانی ختم ہو چکا ہے اور وکیل کے مقام پر وقت قربانی موجود ہے۔

پہلے مسئلہ میں اکثر عدم جواز کے قائل ہیں اور اسکے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ دوسرے مسئلہ میں اکثر حضرات جواز کے قائل ہیں، حالانکہ پہلے مسئلہ کی طرح دوسرے مسئلہ میں بھی کتب فقہ واصول فقہ کی تصریحات کے مطابق قربانی درست نہیں، یہاں چند دلائل مختصراً پیش خدمت ہیں، احقر کو یقین کامل ہے کہ مندرجہ ذیل دلائل میں اگر آپ غور فرمائیں گے تو دوسرے مسئلہ میں بھی قربانی کا نادرست ہونا محض ادنیٰ تأمل سے بالکل واضح ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

آج مشینری اور سائنس کے انتہائی ترقی یافتہ انقلابی دور نے سارے عالم کی مسافتیں سمیٹ دی ہیں اور کسی بھی ملک کے باشندوں سے رابطہ ممکن اور آسان بنا دیا ہے، جسکی وجہ سے پچھلے کئی سالوں سے بذریعہ وکیل دور دراز مقامات پر قربانی کرانے کی شرح بڑی تیز رفتاری سے بڑھی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے، اور یہ صرف ایک فرد یا ایک ملک کا مسئلہ نہیں، بلکہ ہر ملک کے لاکھوں افراد کو ہر سال اور ہمیشہ پیش آنے والا مسئلہ ہے، اور اس پر لاکھوں افراد کی قربانی کے درست ہونے یا نہ ہونے کا مدار ہے، اس لئے یہ مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

<۱> قربانی عبادت موقتہ ہے، فقہاء نے وقت قربانی یوم النحر و یومان بعدہ سے بیان فرمایا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ وقت قربانی کے آغاز میں جسکے مقام کا اعتبار ہوگا، اختتام میں بھی اسی کے مقام کا اعتبار ہوگا، اور آغاز کے بارے میں تو سب کا (دونوں مسئلوں میں جواز کے قائلین کو چھوڑ کر) اتفاق ہے کہ مضحی کے مقام کا اعتبار ہے، اسی لئے پہلے مسئلہ میں مقام اضحیہ میں وقت قربانی شروع ہو جانے کے باوجود سب قربانی کو ناجائز کہتے ہیں، اسی طرح وقت قربانی کے اختتام کے بارے میں بھی مضحی کے ہی مقام کا اعتبار ہے، یہی وجہ ہے کہ جب مضحی کے مقام پر وقت قربانی باقی ہو اور مقام اضحیہ میں وقت قربانی ختم ہو گیا اور وکیل نے قربانی نہیں کی ہے، تو قائلین جواز بھی اس صورت میں مقام اضحیہ کا اعتبار نہیں کرتے اور مضحی کے حق میں وقت قربانی ختم ہو جانے اور صدقہ واجب ہونے کے قائل نہیں، جب مختلف فیہ مسئلہ میں وقت قربانی باقی رہنے میں مقام اضحیہ کا اعتبار کیا تو لازمی طور پر اس مسئلہ میں بھی وقت قربانی ختم ہونے میں مقام اضحیہ کا اعتبار کرنا چاہیئے تھا، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، پس ثابت ہوا کہ قائلین جواز وقت قربانی شروع ہونے میں تو صرف مضحی کے مقام کا اعتبار کرتے ہیں، اور وقت قربانی ختم ہونے میں کبھی تو اضحیہ کے مقام کا اعتبار کرتے ہیں اور کبھی تو مضحی کے مقام کا اعتبار کرتے ہیں جو بالکل ناقابل فہم اور نادرست بات ہے۔

واما الذی یرجع الی وقت التضحیۃ فھو انھا لا تجوز قبل دخول الوقت.... فلا یجوز لاحد ان یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الاول من ایام النحر ویجوز بعد طلوعہ <بدائع ج۴، ۲۱۱ دار الکتاب>

فاذا خرج الوقت تحول الواجب من الاراقۃ الی التصدق <بدائع ج۴، ۲۰۰>

مذکورہ عبارات میں قربانی اور وجوب قضا کا وقت بیان کیا گیا ہے، پس دخول وقت میں جسکے مقام کا اعتبار ہوگا، خروج وقت میں بھی اسی کے مقام کا اعتبار ہوگا، اور دخول وقت میں اتفاق ہے کہ مضحی کے مقام پر دخول مراد ہے، تو خروج وقت میں بھی مضحی کے مقام سے خروج مراد ہوگا، نہ کہ اضحیہ کے مقام سے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے خروج کے بارے میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی ہے کہ خروج سے کس کے مقام سے خروج مراد ہے، کیونکہ تمام فقہاء کے نزدیک یہ بات طے تھی کہ مضحی کے مقام پر دخول اور وہاں سے ہی خروج مراد ہے، بالفرض اگر کبھی مضحی کے مقام سے خروج اور کبھی اضحیہ کے مقام سے خروج مراد ہوتا، جیسا کہ قائلین جواز کہتے ہیں، تو ضرور فقہاء اسکی وضاحت فرماتے، حالانکہ اسکی وضاحت کہیں منقول نہیں۔

(۲) المعتبر فی ذلک مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ، قائلین جواز اس ضابطہ سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اس ضابطہ میں بعض کتب میں فی ذلک اور بعض میں فی ھذا ہے، اب سوال یہ ہے کہ ھذا یا ذلک کا مشار الیہ کیا ہے؟ مطلق قربانی کا جواز وعدم جواز ہے یا صرف نماز عید سے پہلے ہی قربانی کا جواز وعدم جواز ہے؟ دیہات و شہر میں ایام نحر موجود ہونے کے باوجود شہر میں قربانی کرنے کے لئے ایک زائد شرط ہے جو دیہات میں قربانی کرنے کے لئے نہیں ہے، اور وہ یہ ہے کہ قربانی نماز عید کے بعد ہو، غیر ان للجواز فی حق اھل المصر شرطا زائدا وھو ان یکون بعد صلاۃ العید لا تجوز تقدیمھا علیہ عندنا (بدائع ج ۵، ۲۱۱)

کتب فقہ میں جس موقع پر وقت قربانی شروع وختم ہونے کو بیان کیا گیا ہے، وہاں مقام اضحیہ کا تذکرہ تک نہیں، اسکے معتبر ہونے کی بات تو دور کی بات ہے، البتہ فقہاء نے مقام اضحیہ کے معتبر ہونے کا ضابطہ اس شرط زائد کی تشریح میں ذکر کیا ہے، یہ ضابطہ وقت قربانی شروع وختم ہونے کے بارے میں ہے ہی نہیں، جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے، لھذا ھذا یا ذلک سے مراد صرف نماز عید سے پہلے ہی قربانی کا جواز وعدم جواز مراد ہے اور اس صورت میں ایام نحر مضحی واضحیہ دونوں کے مقام پر موجود ہوتے ہیں، مطلق قربانی کا جواز وعدم جواز مراد نہیں، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس ضابطہ کے تحت جتنی بھی مثالیں بیان کی ہیں، سب میں مضحی واضحیہ دونوں کے مقام پر ایام نحر موجود ہیں، اور ایسی کوئی مثال بیان نہیں کی ہے کہ جس میں ایک کے مقام پر ایام نحر موجود ہوں اور دوسرے کے مقام پر ایام نحر موجود نہ ہوں۔

بالفرض اگر اس ضابطہ سے مطلق قربانی کا جواز وعدم جواز مراد لیا جائے خواہ مضحی کے مقام پر ایام نحر موجود ہوں یا نہ ہوں، تو قائلین جواز بھی اسکے قائل نہیں، اور اس صورت میں تو پہلے مسئلہ میں بھی قربانی کا جواز ثابت ہو جائے گا، کیونکہ فقہاء نے اس ضابطہ سے کسی بھی صورت کا استثناء نہیں کیا ہے، نیز جب صرف مقام اضحیہ میں وقت قربانی باقی رہنے سے مضحی کے حق میں بھی وقت قربانی باقی رہ سکتا ہے، تو صرف مقام اضحیہ میں وقت قربانی شروع ہونے سے مضحی کے حق میں بھی وقت قربانی شروع ہو سکتا ہے، اور اس سے نفس وجوب بھی ہو جائے گا، دونوں صورتوں میں تفریق کی کوئی وجہ نہیں۔ قائلین جواز نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے ایک ضابطہ گھڑ لیا ہے کہ "نفس وجوب کے بعد مقام اضحیہ کا اعتبار ہے"، لیکن یہ ضابطہ نہ کسی فقیہ سے منقول ہے اور نہ ہی درست ہے، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب مضحی

کے مقام پر وقت قربانی موجود ہو اور مقام اضحیہ میں وقت قربانی ختم ہوگیا اور وکیل نے قربانی نہیں کی ہے تو مقام اضحیہ کا اعتبار کرکے مضحی کے حق میں وقت قربانی ختم ہوجانا چاہیئے اور صدقہ واجب ہوجانا چاہیئے، کیونکہ بقول قائلین جواز "نفس وجوب کے بعد مقام اضحیہ کا اعتبار ہے" اور اس صورت میں نفس وجوب بھی ہوچکا ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں، تو گویا کہ المعتبر فی ذلک مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ، ضابطہ صرف وقت قربانی باقی رہنے کے بارے میں ہے اور وقت قربانی ختم ہونے کے بارے میں نہیں ہے، حالانکہ یہ ناممکن اور نادرست ہے، اور وجہ یہ ہے کہ وقت قربانی شروع ہونے میں جسکے مقام کا اعتبار ہے، وقت قربانی شروع نہ ہونے میں بھی اسی کے مقام کا اعتبار ہے، اسی طرح وقت قربانی ختم ہونے میں جسکے مقام کا اعتبار ہوگا، وقت قربانی باقی رہنے میں بھی اسی کے مقام کا اعتبار ہوگا، یہ نہیں ہوسکتا کہ وقت قربانی باقی رہنے میں تو اضحیہ کے مقام کا اعتبار ہو اور ختم ہونے میں مضحی کے مقام کا اعتبار ہو، کیونکہ وقت قربانی کا باقی رہنا اور ختم ہونا دونوں لازم و ملزوم ہیں، لھذا دونوں میں ایک ہی کے مقام کا اعتبار ہوگا۔

﴿۴﴾ جب نفس وجوب اور وجوب ادا میں بالاتفاق مضحی کے مقام کا اعتبار ہے، تو لازمی طور پر وجوب قضا (صدقہ واجب ہونے) میں بھی مضحی کے ہی مقام کا اعتبار ہوگا، کیونکہ نفس وجوب، وجوب ادا اور وجوب قضا کا تعلق مکلّف یعنی مضحی کے ذمہ سے ہوتا ہے اسکے مقامی وقت کے اعتبار سے، نہ کہ اضحیہ سے، اس سلسلہ میں مقام اضحیہ کا اعتبار کرنا خود اضحیہ کو مکلّف بنا دینے کے مترادف ہے، اضحیہ تو محض محل ادا ہے، پس جب قربانی ادا ہورہی ہو تو اس وقت صرف نماز عید سے پہلے قربانی کے درست ہونے یا نہ ہونے میں اسکے مقام کا اعتبار ہے، مضحی کے مقام کا اعتبار نہیں، لیکن ہمارے مسئلہ میں مضحی کے مقام پر ایام نحر ختم ہوجانے کی وجہ سے مضحی پر قضا یعنی صدقہ کرنا واجب ہوگیا ہے، اب اسکے لئے قربت جانور ذبح کرنے میں نہیں، بلکہ صدقہ کرنے میں ہے، لھذا جسکی طرف سے جانور ذبح کیا جارہا ہے وہ نہ من علیہ الاضحیۃ ہے اور نہ ذبح کیا جانے والا جانور اضحیہ ہے اور نہ ہی وکیل کا جانور ذبح کرنا ادائے قربانی ہے، پس المعتبر فی ذلک مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ یا ان القربۃ فی الذبح والقربات المؤقتۃ یعتبر وقتھا فی حق فاعلھا لا فی حق المفعول عنہ ضابطہ اس صورت میں جاری کرکے قربانی کا جواز ثابت کرنا ایک مغالطہ ہے، فافھم

مانعین جواز اور قائلین جواز کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ ادائے قربانی میں مقام اضحیہ کا اعتبار ہے، لیکن اختلاف اس بارے میں ہے کہ مختلف فیہ مسئلہ میں موکل کے لئے قربت جانور ذبح کرنے میں ہے یا صدقہ کرنے میں؟ اور وکیل کا جانور ذبح کرنا ادائے قربانی ہے یا نہیں؟ مانعین جواز کہتے ہیں کہ موکل کے مقام پر ایام نحر ختم ہوتے ہی واجب اراقۃ الدم سے صدقہ کی طرف منتقل ہوگیا ہے، اب اسکے لئے قربت جانور ذبح کرنے میں نہیں، بلکہ صدقہ کرنے میں ہے، لھذا وکیل کا اسکی طرف سے جانور ذبح کرنا ادائے قربانی نہیں، کیونکہ اس کا ادائے قربانی ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں، قائلین جواز دعویٰ کرتے ہیں کہ موکل کے لئے قربت جانور ذبح کرنے میں ہے اور وکیل کا اسکی طرف سے جانور ذبح کرنا ادائے قربانی ہے، مگر ان کے پاس اس دعویٰ

پر کوئی دلیل نہیں ہے، وہ حضرات اس ذبح کو قربت اور ادائے قربانی ثابت کرنے کے لئے بطور دلیل مذکورہ ضابطے پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ ضابطے تو ذبح کے قربت اور ادائے قربانی ثابت ہوجانے کے بعد ہی، ذبح میں مقام اضحیہ کے معتبر ہونے کو ثابت کرتے ہیں، پس محض ان ضابطوں سے مختلف فیہ مسئلہ میں ذبح کا قربت اور ادائے قربانی ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ پہلے دلائل سے اس ذبح کا قربت اور ادائے قربانی ہونا ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

﴿۴﴾ فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ وقت ادا میں قربانی واجب ہے اور وقت ادا کے بعد صدقہ کرنا واجب ہے، اسی سے ذمہ فارغ ہوگا، لھذا قربانی کے بجائے صدقہ کرنے یا صدقہ کے بجائے قربانی کرنے سے واجب ادا نہ ہوگا۔

ومنها ان لا يقوم غيرها مقامها حتى لو تصدق بعين الشاة أو قيمتها في الوقت لا يجزيه عن الأضحية لان الوجوب تعلق بالاراقة، والاصل ان الوجوب اذا تعلق بفعل معين انه لا يقوم غيره مقامه

﴿بدائع ج ۴ ص ۲۰۰ دار الکتاب﴾

اب سوال یہ ہے کہ موکل کے مقام پر ۱۲ ذی الحجہ کا غروب ہوجانے کے بعد موکل کے ذمہ واجب کیا ہے؟ ادا یا قضا؟ ذبح یا صدقہ؟ مانعین جواز کہتے ہیں کہ قضا یعنی صدقہ واجب ہے، اسی لئے اگر موکل صدقہ کردے تو اس کا ذمہ فارغ ہوجاتا ہے اور اس کو قائلین جواز بھی تسلیم کرتے ہیں، پس ثابت ہوا کہ موکل کے حق میں وقت قربانی باقی نہیں، بالفرض اگر اسکے حق میں وقت قربانی باقی ہوتا جیسا کہ قائلین جواز کہتے ہیں تو فقہاء کی تصریح کے مطابق اس پر صرف قربانی کرنا ہی واجب ہوتا، نہ صدقہ کرنا اسکے لئے جائز ہوتا اور نہ ہی صدقہ کرنے سے اسکا ذمہ فارغ ہوتا جیسا کہ بدائع کی مذکورہ بالا عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ موکل پر بالیقین قضا واجب ہے اور اس کا ذمہ ذبح سے نہیں، بلکہ صرف صدقہ کرنے سے ہی فارغ ہوگا۔

واما الثانی فنقول انما لا تقضی بالاراقة

﴿بدائع ج ۴ ص ۲۰۲﴾

﴿۵﴾ زید اور خالد مثلاً ڈھاکہ میں رہتے ہیں، جہاں ایک دن پہلے وقت قربانی ختم ہونے والا ہے اور شاہد ممبئی میں رہتا ہے، جہاں ایک دن کے بعد وقت قربانی ختم ہونے والا ہے، زید نے شاہد کو قربانی کرنے کا وکیل بنایا جو ممبئی میں ممبئی کے اعتبار سے آخری دن دوپہر کے بعد قربانی کریگا اور خالد نے نہ قربانی کی اور نہ کسی کو قربانی کرنے کا وکیل بنایا اور ڈھاکہ میں ۱۲ ذی الحجہ کا غروب ہوگیا اور ابھی تک نہ زید نے قربانی کی ہے اور نہ خالد نے، تو بقول قائلین جواز کے خالد پر تو بلاشبہ قضا یعنی صدقہ کرنا واجب ہے اور زید پر قربانی واجب ہے، کیونکہ قربانی درست ہونے کا مطلب، زید پر قربانی کا واجب ہونا ہے، تو کیا ایک ہی مقام پر رہتے ہوئے ایک کے ذمہ صدقہ کرنا اور دوسرے کے ذمہ قربانی کرنا واجب ہوسکتا ہے؟

اگر زید ڈھاکہ کی ۱۳ ذی الحجہ کی صبح کو شاہد کے قربانی کرنے سے پہلے صدقہ دیدے تو یہ بھی جائز ہے اور اسکے جواز کا تو کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا ہے، تو گویا کہ زید ڈھاکہ کی ۱۳ ذی الحجہ کو صدقہ بھی دے سکتا ہے اور قربانی بھی کرسکتا ہے، یعنی قربانی کی ادا و قضا دونوں بیک وقت ایک ہی مقام پر رہتے ہوئے اسکے ذمہ واجب ہیں، جس کا بطلان بالکل ظاہر ہے۔

اگر خالد دوپہر ڈھلنے کے بعد ۱۳ ذی الحجہ کو شاہد کو قربانی کرنے کا وکیل بنادے، تو بقول قائلین جواز کے مکان اضحیہ کا اعتبار کرکے شاہد کا خالد کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے، گویا کہ خالد پر قضا یعنی صدقہ واجب ہوجانے کے بعد اسی مقام پر رہتے ہوئے دوسری مرتبہ قربانی کرنا واجب ہوا، اس کا بطلان بھی بالکل ظاہر ہے۔

<۶> واما كيفية الوجوب فانواع: منها انها تجب في وقتها وجوبا موسعا ومعناه انها تجب في جملة الوقت غير عين كوجوب الصلاة في وقتها، ففي اي وقت ضحى من عليه الواجب كان مؤديا للواجب، سواء كان في اول الوقت أو في وسطه أو في آخره كالصلاة، والاصل ان ما وجب في جزء من الوقت غير عين يتعين الجزء الذي أدى فيه الوجوب أو آخر الوقت كما في الصلاة وهو الصحيح من الاقاويل على ما عرف في اصول الفقه---- ولو مات الموسر في ايام النحر قبل ان يضحي سقطت عنه الاضحية وفي الحقيقة لم تجب لما ذكرنا ان الوجوب عند الاداء أو في آخر الوقت، فاذا مات قبل الاداء مات قبل ان تجب عليه كمن مات في وقت الصلاة قبل ان يصليها انه مات ولا صلاة عليه كذا هٰهنا <بدائع ج ۴، ۱۹۸، ۱۹۹>

قربانی کے نفس وجوب کا سبب مضحی کا مقامی وقت ہے، نہ کہ مقام اضحیہ کا وقت، اور ادائے قربانی کی صورت میں ادا سے متصل وقت کا جزء نفس وجوب کا سبب ہوتا ہے، نہ کہ متعین طور پر جزء اول جیسا کہ کتب اصول فقہ میں انتقال سببیت کی بحث مشہور ہے جس کی طرف صاحب بدائع نے بھی اشارہ کیا ہے، اب اگر اوپر کی مثال میں زید کی طرف سے شاہد نے ڈھلنے کی ۱۳ ذی الحجہ کی دوپہر کے بعد قربانی کی، تو قربانی سے متصل وقت کا جزء زید کے لئے نفس وجوب قربانی کا سبب ہوگا، تو گویا زید کے لئے مقام اضحیہ کا وقت سبب نفس وجوب ہوا، کیونکہ ایام نحر ختم ہوجانے کی وجہ سے زید یعنی موکل کا مقامی وقت سبب نفس وجوب نہیں بن سکتا ہے، اور اس کا بطلان بالکل ظاہر ہے اور اسی بطلان کی وجہ سے تو قائلین جواز نے پہلے مسئلہ میں قربانی کو ناجائز کہا تھا۔

اگر کسی مالدار کا وقت ادا کے آخر میں قربانی کرنے سے پہلے انتقال ہوجائے یا وہ غریب ہوجائے، تو اس سے قربانی ساقط ہوجاتی ہے، بلکہ حقیقت میں اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہوئی جیسا کہ بدائع کی عبارت میں صراحت موجود ہے، پس اگر اوپر کی مثال میں زید کا ڈھلنے کی ۱۳ ذی الحجہ کو شاہد کے قربانی کرنے سے پہلے انتقال ہوجائے یا وہ غریب ہوجائے، تو بقول قائلین جواز کے زید سے قربانی ساقط ہوجائے گی، نہ اس پر ادا واجب رہے گی اور نہ قضا، کیونکہ بقول قائلین جواز کے زید کا وقت ادا کے اندر انتقال ہوا ہے یا وہ غریب ہوا ہے اور تمام فقہاء کی تصریحات کے مطابق اس صورت میں قربانی ساقط ہوجاتی ہے، بلکہ حقیقت میں زید قربانی واجب ہونے سے پہلے ہی مرگیا ہے یا غریب ہوگیا ہے، حالانکہ قائلین جواز اس صورت میں قربانی ساقط ہوجانے کے قائل نہیں، بالفرض اگر وہ قربانی ساقط ہوجانے کے قائل ہوں، تو یہ بھی اصول فقہ کی تصریح کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست ہی نہیں،

کیونکہ انتقال سببیت جزء مکلف کے حق میں اسکے مقامی وقت کے جزء اول سے جزء اخیر تک ہوتا ہے، اسکے بعد مکلف پر قضا واجب ہوجاتی ہے، لھذا زید پر بلاشبہ قضا یعنی صدقہ کرنا واجب ہے، قربانی کرنے سے اس کا ذمہ فارغ نہ ہوگا اور نہ ہی قربانی ساقط ہوگی۔

(۷) بعض حضرات کو یہ شبہ ہے کہ موکل خود اگر مقام اضحیہ میں پہنچ جائے، تو وہ قربانی کرسکتا ہے یعنی موکل کے مقام پر وقت قربانی ختم ہوجانے کے بعد بھی موکل کے حق میں امکان ادا موجود ہے، لھذا موکل اگر اپنے مقام پر رہتے ہوئے مقام اضحیہ میں کسی کو قربانی کرنے کا وکیل بنا دے، تو محض اس امکان ادا کی بنیاد پر وکیل کا موکل کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے — تو اس کا جواب یہ ہے کہ موکل اپنا ذمہ فارغ کرنے کے لئے قربانی کرتا ہے، اور وکیل کے قربانی کرنے سے موکل کا ذمہ اسی وقت فارغ ہوتا ہے جبکہ موکل کے ذمہ میں قربانی کرنا واجب ہو، صدقہ کرنا واجب نہ ہوگیا ہو، کیونکہ فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ وجوب جس فعل (ذبح یا صدقہ) کے ساتھ متعلق ہوتا ہے، اسی کو انجام دینے سے ذمہ فارغ ہوتا ہے (کما مر) اور موکل کے مقام پر ایام نحر ختم ہوتے ہی موکل کے ذمہ قضا یعنی صدقہ کرنا واجب ہوگیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا ذمہ بلاشبہ صدقہ کرنے سے فارغ ہو جاتا ہے، اور اسکو قائلین جواز بھی تسلیم کرتے ہیں۔

فاذا خرج الوقت تحول الواجب من الاراقة الى التصدق (بدائع ج ۴ ص ۲۰۰)

اس عبارت میں بلاشبہ مضحی یعنی موکل کے مقام سے خروج وقت مراد ہے، کیونکہ تحول واجب کا تعلق محض مکلف کے ذمہ سے ہوتا ہے، اس میں مقام اضحیہ کا اعتبار کرنا خود اضحیہ کو مکلف بنا دینے کے مترادف ہے۔ پس جب موکل کے ذمہ قضا یعنی صدقہ واجب ہے اور وکیل ادا یعنی قربانی کررہا ہے، تو فقہاء کی تصریح کے مطابق اس سے موکل کا ذمہ فارغ نہیں ہوگا، قربانی سے موکل کا ذمہ فارغ ہونے میں امکان ادا کا کوئی اعتبار نہیں، ذمہ تو محض اسی فعل کو انجام دینے سے فارغ ہوتا ہے جو ذمہ میں واجب ہے، اسی لئے پہلے مسئلہ میں امکان ادا موجود ہونے کے باوجود اس امکان کا اعتبار نہیں کیا گیا،

موکل خود اگر مقام اضحیہ میں پہنچ جائے، جہاں وقت قربانی موجود ہے، تو وہ اضحیہ کے مقامی باشندوں کے حکم میں ہوجاتا ہے اور اسکے حق میں وقت ادا لوٹ آتا ہے اور اس پر قربانی کرنا واجب ہوجاتا ہے، اب اسکے لئے جب تک یہاں وقت قربانی باقی رہے قضا یعنی صدقہ کرنا جائز نہیں، جیسے سورج کے غروب ہونے کے بعد لوٹ آنے سے وقت عصر لوٹ آتا ہے فلو غربت ثم عادت هل يعود الوقت؟ الظاهر نعم۔

(رد المحتار، كتاب الصلاة)

لیکن موکل کے اپنے مقام پر رہتے ہوئے، جہاں وقت قربانی ختم ہوگیا ہے، محض مقام اضحیہ میں کسی کو قربانی کرنے کا وکیل بنا دینے سے اسکے حق میں وقت قربانی کا باقی رہنا یا لوٹ آنا اور اس پر قربانی کا واجب ہونا، نہ تو درست ہے اور نہ ہی کسی دلیل سے ثابت ہے۔

خلاصۂ بحث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب صرف مقام اضحیہ میں وقت قربانی شروع ہونے سے مضحی یعنی موکل کے حق میں وقت قربانی شروع نہیں ہوتا ہے اور صرف مقام اضحیہ میں وقت قربانی ختم ہوجانے سے موکل کے حق میں وقت قربانی ختم نہیں ہوتا ہے، تو کیونکہ صرف مقام اضحیہ میں وقت قربانی باقی رہنے سے موکل کے حق میں وقت قربانی

باقی رہ سکتا ہے ؟؟؟ فقہاء نے جو ضابطہ ذبح کے قربت اور ادائے قربانی ثابت ہو جانے کے بعد ہی، ذبح میں مقام اضحیہ کے معتبر ہونے کے لئے وضع کیا ہے، اسی ضابطہ سے مختلف فیہ مسئلہ میں موکل کے ذمہ قربانی کا وجوب باقی ہونا، ذبح کا قربت اور ادائے قربانی ہونا ثابت کرکے قربانی درست قرار دینا بڑی حیرت انگیز بات ہے، تمام فقہاء نے مکان اضحیہ کے معتبر ہونے کا ضابطہ مطلقاً بلا استثناء ذکر کیا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس کا ایسا مفہوم مراد لیا جائے جس سے کوئی صورت مستثنیٰ نہ ہو، اور اس کا صحیح اور بے غبار مفہوم یہ ہے کہ یہ ضابطہ موکل اور وکیل دونوں کے مقام پر ایام نحر موجود ہونے کی صورت میں ہی، صرف نماز عید سے پہلے قربانی کے جواز و عدم جواز کے بارے میں ہے، اسی لئے فقہاء نے اس ضابطہ کے تحت صرف شہر اور دیہات یا دو شہروں کا مسئلہ ذکر کیا ہے، کیونکہ ان دو صورتوں میں ہی نماز عید کا مسئلہ آتا ہے، اور دو دیہاتوں کا مسئلہ کہیں ذکر نہیں کیا ہے (موکل ایک دیہات میں ہو اور وکیل دوسرے دیہات میں ہو) کیونکہ اس صورت میں نماز عید کسی مقام پر واجب نہیں، جس کی وجہ سے یہ صورت اس ضابطہ کے تحت داخل ہی نہیں۔

بالخصوص اراقۃ الدم یعنی قربانی کا قربت ہونا، موقت ہونا، غیر معقول ہونا اور اسکے ادا و قضا کے طریقہ کا مختلف ہونا، ان میں سے ہر چیز احتیاط در احتیاط کی متقاضی ہے، لھذا دوسرے مسئلہ میں بھی قربانی کے جواز کا قائل ہونا بہت بڑی بات ہے۔

یہ چند معروضات غیر مرتب طور پر پیش خدمت ہیں، قوی توقع ہے کہ اہل علم و ارباب افتاء اس پر غور فرمائیں گے، خدا کرے یہ معروضات صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں مفید ثابت ہوں۔

ھذا ما ظھر لی من کلام الفقھاء واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

احقر
محمد سلمان قاسمی پالن پوری
مفتی مدرسہ جامعہ خلیلیہ ماہی
مقام و پوسٹ - ماہی
تحصیل - وڈگام ضلع - بناس کانٹھا
پن کوڈ - ۳۸۵۲۱۰ شمالی گجرات
Mo - ۹۸۲۵۷۰۰۷۰۶

نوٹ :- احقر نے قربانی کے مذکورہ دونوں اختلافی مسئلوں میں قربانی کے نادرست ہونے پر ۱۴۳۱ھ میں ایک تحقیقی مقالہ لکھا تھا، الحمد للہ دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم جدید سہارنپور کے دار الافتاء نے اسکی تائید و تصدیق کر دی ہے، اور وہ مقالہ فتاوی قاسمیہ (جلد ۲۲ ص ۲۲۱ تا ۲۷۰) میں "کیا تاریخ کے اختلاف کے باوجود وکیل قربانی کر سکتا ہے؟" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

بذریعہ وکیل قربانی کروانے کے مسئلہ کے بارے میں دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کا موقف منسلکہ فتویٰ (۱۰۲۳/۱) میں ملاحظہ ہو۔

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۵/جمادی الاولیٰ/۱۴۴۰ھ
22/جنوری/2019

دارالافتاء
فتویٰ نمبر ۲۰۴۳/۵۸
۱۴۴۰/۵/۱۵ھ
۲۰۱۹/۱/۲۲

محمد اویس سیالکوٹی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۵/جمادی الاولیٰ/۱۴۴۰ھ
22/جنوری/2019

الجواب صحیح

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفی عنہ
۱۵/۵/۱۴۴۰ھ

۱۵/۵/۱۴۴۰ھ

مفتی
جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر تاریخ جزء	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال و جواب	تبویب
۱ / ۱۴۴۳	۲۷/۱ ۲۹ — ۲/۶ ۲-۸			

موکل ملک میں ایام اضحیہ ختم ہو جانے کے بعد وکیل کے ملک میں موکل کی طرف قربانی کرنے کا حکم

سوال:...... جب دو ممالک میں قربانی کے ایام مختلف ہوں اور ان میں سے ایک ملک کا رہنے والا دوسرے ملک کے کسی شخص کو اپنی قربانی کا وکیل بنائے تو کیا موکل کے ملک میں قربانی کے ایام شروع ہونے سے پہلے یا موکل کے ملک میں ایام قربانی ختم ہونے کے بعد وکیل اپنے موکل کی قربانی اپنے ملک میں کرسکتا ہے یا نہیں جبکہ وکیل کے ملک میں قربانی کا وقت اس وقت موجود ہے، اور اگر کسی موکل نے اپنے ملک میں قربانی کے ایام ختم ہونے کے بعد وکیل کے ملک میں اپنی طرف سے قربانی کروائی ہو تو اس کی قربانی کا کیا حکم ہے کیا وہ معتبر ہوگئی یا تصدق لازم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

صورتِ مسئولہ میں موکل کے ملک میں قربانی کے ایام شروع ہونے سے پہلے وکیل کے ملک میں موکل کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں ہے کیونکہ قربانی کے نفسِ وجوب کا سبب ''وقت'' ہے جو دس ذی الحجہ کے طلوعِ صبحِ صادق سے شروع ہو کر بارہویں تاریخ کے غروبِ آفتاب تک ہے اور نفس وجوب کا تعلق ذمۂ مکلّف سے ہوتا ہے اور ''ذمہ'' کا محل مکلف ہے لہذا نفس وجوب میں مکلف کے محل کا اعتبار ہوگا اس کا مطلب یہ ہوا کہ جہاں موکل (مضحی) رہ رہا ہے وہاں ''وقت'' شروع ہو چکا ہو اگر وہاں ''وقت'' شروع ہی نہ ہوا ہو تو اس کی طرف سے قربانی کرنا نفس وجوب سے پہلے ''اداء'' کرنا لازم آئیگا اور وجوب سے پہلے اداء کا اعتبار نہیں، اس لئے موکل کے ملک میں قربانی کے ایام شروع ہونے سے پہلے اس کی طرف سے قربانی کرنا شرعاً معتبر نہیں ہوگا۔ (مأخذہ: تبویب ۱/۳۹۳)

موکل کے ملک میں قربانی کے ایام گزر جانے کے بعد وکیل کے ملک میں جبکہ وکیل کے ملک میں قربانی کے ایام موجود ہوں موکل کی طرف سے قربانی کرنے سے متعلق کوئی صریح جزئیہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات میں نہیں ملا، البتہ اصولی طور پر جواز اور عدم جواز دونوں کے کچھ نہ کچھ دلائل موجود ہیں، جواز کی وجوہات یہ معلوم ہوتی ہیں کہ:

الف...... بدائع الصنائع، کتاب الاضحیۃ میں موکل کی طرف سے وکیل کے شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کے عدم جواز کو بیان کرتے ہوئے حضرات صاحبین رحمہما اللہ کی یہ دلیل مذکور ہے کہ

ان القربة فی الذبح والقربات الموقتة یعتبر وقتها فی حق فاعلها الا فی حق المفعول عنه

یعنی قربات موقتہ میں فاعل کے ہاں کا وقت کا اعتبار ہے مفعول عنہ کے ہاں کے وقت کا اعتبار نہیں۔

نمبر رجسٹر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی

مضمون سوال و جواب

یہ اصول اگر چہ وکیل کے شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنے کے مسئلہ کے سیاق میں بیان ہوا ہے لیکن اس کے الفاظ عام ہیں اس عموم سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مؤکل (مفعول عنہ) کے ملک میں ایام قربانی گزر جانے کے باوجود وکیل (فاعل) کے ملک میں مؤکل کی طرف سے قربانی جائز ہونی چاہئے۔ (دیکھئے عبارت نمبر: ۱)

یہ بات واضح رہے کہ حضرات صاحبین رحمھما اللہ کے مذکورہ اصول سے یہ مسئلہ اُخذ کرنا درست نہ ہوگا کہ جب مفعول عنہ کے ہاں کے وقت کا اعتبار نہیں تو مفعول عنہ کے ہاں ایام نحر شروع ہونے سے پہلے اس کی طرف سے قربانی کرنا درست ہونا چاہئے؟ درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفسِ وجوب کے لئے وقتِ اضحیہ سبب ہے اور جب تک نفسِ وجوب کا سبب متحقق نہیں ہوگا اس وقت تک وجوب متحقق نہ ہوگا اور نفسِ وجوب کا تعلق ذمۂ مکلّف سے ہے اور ذمہ کا محل مکلّف ہے، لہذا نفسِ وجوب کے لئے مکلّف (یعنی صورت مسئولہ میں مفعول عنہ) کے محل کا اعتبار ہوگا اور جب تک مکلّف (مفعول عنہ) کے ہاں نفسِ وجوب کا سبب یعنی ایام نحر متحقق نہ ہونگے اس وقت تک اس کی طرف سے قربانی کرنا معتبر نہ ہوگا۔

ب...... مؤکل کے حق میں نفسِ وجوب کا سبب یعنی ''وقت اضحیہ'' متحقق ہوگیا ہے اور وکیل کے ملک میں جہاں قربانی کا جانور ہے وہاں وقتِ اضحیہ باقی ہے اور اداء میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے کیونکہ ''اداء'' فعل ہے اور فعل کا محل مال ہے جو بابِ اضحیہ میں قربانی کا جانور ہے، لہذا اس وجہ سے بھی وکیل کے ملک میں قربانی درست ہونی چاہئے۔ (دیکھئے عبارت نمبر: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵)۔ (اگر چہ جن عبارات سے مطلقاً اداء میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہونا مفہوم ہوتا ہے ان میں دوسرے مفہوم کا بھی احتمال ہے اور وہ یہ کہ مکان اضحیہ کے اعتبار کا تعلق مطلقاً اداء سے نہ ہو بلکہ صرف مصری اور سوادی کے وقتِ اضحیہ میں جو فرق ہے، اس سے ہو)

ج...... قربانی میں اصل واجب اراقۃ الدم ہے لہذا جب تک اراقۃ الدم ممکن ہو اس وقت تک ''تصدق'' کا حکم نہیں لگنا چاہیے، اور بذریعہ وکالت دوسرے ملک میں اراقۃ الدم ممکن ہے۔ (دیکھئے عبارت نمبر: ۶)

ان وجوہات کی وجہ سے مؤکل کے ملک میں قربانی کے ایام گزر جانے کے باوجود وکیل کے ملک میں مؤکل کی طرف سے قربانی کرنا درست معلوم ہوتا ہے۔

عدم جواز کی بنیادی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ قربانی کے ایام شرعاً تین دن ہیں، مؤکل کے ملک میں تینوں دن گزر جانے کے بعد اب قربانی خود مؤکل کے لئے مشروع نہیں رہی اور بطور قربانی جانور ذبح کرنے کا حکم اس سے ساقط ہوگیا اور تصدق واجب ہوگیا اس لئے اب اگر وکیل اپنے ملک میں اس کی طرف سے قربانی کرلے تب بھی قربانی ادا نہیں ہونی چاہئے۔ (دیکھئے عبارت نمبر: ۷، ۸، ۹، ۱۰)

خلاصہ یہ کہ اس مسئلہ میں جواز اور عدم جواز دونوں احتمالات ہیں اور کتب فقہ میں تلاش بسیار کے باوجود کوئی

صریح جزئیہ نہیں ملا اور مسئلہ قربانی جیسی عبادت سے متعلق ہے جو غیر مدرک بالقیاس ہے لہذا قربانی کو مشکوک ہونے سے بچانے کے لئے احتیاط اس میں ہے کہ وکیل کے ملک میں جب قربانی کی جائے تو مؤکل کے ملک میں بھی قربانی کا دن موجود ہو......تاہم اگر کسی مؤکل نے جواز والی وجوہات کی بنیاد پر وکیل کے ملک میں قربانی کروادی ہے تو اس کو بھی غیر معتبر قرار نہیں دیا جائیگا (لوجود الاحتمال فی نصوص الفقهاء رحمهم الله) لیکن اس کے باوجود تصدق کردینے میں احتیاط ہے۔

(١)......فی بدائع الصنائع (ج٤ص٢١١)

امالذی یرجع الی وقت التضحیة فهو انها لاتجوز قبل ذخول الوقت ،لان الوقت کما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز اقامة الواجب کوقت الصلاة فلایجوز لاحد ان یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الاول من ایام النحر ویجوز بعد طلوعه،وسواء کان من اهل المصر او من اهل القری غیر ان للجواز فی حق اهل المصر شرطا زائدا وهو ان یکون بعد صلاة العید لایجوزتقدیمها علیه عندنا ......فان کان هو فی المصر والشاة فی الرستاق او فی موضع لایصلی فیه وقد کان امر ان یضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلاةالعیدفانها تجزیه وعلی عکسه لو کان هو فی الرستاق والشاة فی المصر ،وقد امر من یضحی عنه فضحوا بها قبل صلاة العید فانها لاتجیزه وانما یعتبر فی هذا مکان الشاة لامکان من علیه ،هکذاذکرمحمد علیه الرحمة فی النوادر وقال انما انظر الی محل الذبح ولا انظر الی موضع المذ بوح عنه وهکذاروی الحسن عن ابی یوسف رحمه الله یعتبر المکان الذی یکون فیه الذ بح ولایعتبر المکان الذی یکون فیه المذبوح عنه وانماکان کذلك ،لان الذبح هو القربة فیعتبر مکان فعلها لامکان المفعول عنه۔

وان کان الرجل فی مصر واهله فی مصر آخر فکتب الیهم ان یضحوا عنه،روی عن ابی یوسف انه اعتبر مکان الذبیحة فقال ینبغی

لهم ان لايضحوا عنه حتى يصلى الامام الذى فيه اهله ،وان ضحوا عنه قبل ان يصلى لم يجزه ،وهو قول محمد عليه الرحمة۔

وقال الحسن بن زياد :انتظرت الصلاتين جميعاوان شكوا فى وقت صلاة المصر الآخر انتظرت به الزوال فعنده لايذبحون عنه حتى يصلوا فى المصرين جميعا،وان وقع لهم الشك فى وقت صلاة المصر الآخر لم يذبحوا حتى تزول الشمس فان زالت ذبحواعنه۔

وجه قول الحسن ان فيما قلنا اعتبار الحالين ،حال الذبح وحال المذ بوح عنه فكان اولى ۔

ولابى يوسف ومحمد رحمهماالله ان القربة فى الذبح والقربات الموقتة يعتبر وقتها فى حق فاعلها لا فى حق المفعول عنه۔

(۲)......فى الهداية(ج٤ص٤٤٥)

وقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحرالاانه لايجوز لاهل الامصارالذبح حتى يصلى الامام العيد فامااهل السوادفيذبحون بعد الفجر......ثم المعتبر فى ذلك مكان الاضحية حتى لو كانت فى السوادوالمضحى فى المصر يجوز كما انشق القمر ولو كان على العكس لايجوزالابعد الصلاة ......وهذا لانهاتشبه الزكوٰة من حيث انهاتسقط بهلاك المال قبل مضى ايام النحر كالزكوٰة بهلاك النصاب فيعتبر فى الصرف مكان المحل لامكان الفاعل اعتبارابها بخلاف صدقة الفطر لانها لاتسقط بهلاك المال بعد ما طلع الفجرمن يوم الفطر ۔

(۳) .... وفى الكفاية (ج٨ص٤٣١)

(قوله فيعتبر فى الصرف) أى فى الاراقة مكان المحل أى المال لامكان الفاعل اعتبارا بالزكوٰة بخلاف صدقة الفطر لانها لاتسقط بهلاك المال بعد ما طلع الفجر من يوم الفطر فكان محلها الذمة فاعتبرنافيها مكان المؤدى لامكان الولد والرقيق على ماعليه الفتوىٰ۔

(٤)...... **وفی فتاویٰ قاضیخان (ج٣ص٣٤٥)**

ولو کان هو فی مصر وقت الاضحیة واهله فی مصر آخر فکتب الی الاهل وامرهم بالتضحیة فی ظاهر الروایة یعتبر مکان الاضحیة۔

(٥)...... **وفی البحر الرائق (ج٨ص٣٢١)**

والمعتبر فی ذلك مكان الاضحية حتى لو كانت فی السواد والمضحی فی المصر یجوز کما انشق الفجر ،وفی العکس لایجوز الابعد الصلاة ......ولانها تشبه الزکاة فیعتبر فی الاداء مکان المحل وهو المال لامکان الفاعل بخلاف صدقة الفطر حیث یعتبر فیها مکان الفاعل لانها تتعلق بالذمة والمال لیس بمحل لها۔

(وهکذافی الشامیة ج٦ ص٣١٨، والطحطاوی علی الدر ج٤ ص١٦٣، والبزازیة ج ٦ ص٢٨٩)

(٦)...... **وفی الدر المختار (ج٦ص٣٢٠)**

ولو ترکت التضحیة ومضت ایامها تصدق بها حیة۔

(قوله ومضت ایامها)قید به لما فی النهایة :اذا وجبت بایجابه صریحا اوبالشراء لها،ان تصدق بعینها فی ایامهافعلیه مثلهامکانهالان الواجب علیه الارافة وانما ینتقل الی الصدقة اذا وقع الیأس عن التضحیة بمضی ایامها۔

(قوله تصدق بها حیة)لوقوع الیأس عن التقرب بالارافة

(٧)...... **وفی المبسوط للسرخسی (١٢ص٩)**

ثم یختص جوازالاداء بایام النحر وهی ثلاثة ایام عندنا قال علیه الصلاة والسلام ایام النحر ثلاثة افضلها اولها فاذا غربت الشمس من الیوم الثالث لم تجز التضحیة بعد ذلك۔

(٨) **وفی بدائع الصنائع (ج٤ص١٩٨)**

اماوقت الوجوب فایام النحر فلاتجب قبل دخول الوقت لان الواجبات الموقته لاتجب قبل اوقاتها کالصلاة والصوم

فتویٰ نمبر مع رجسٹر	تاریخ نقل	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال و جواب

ونحوهما وايام النحر ثلاثة

(٩)......وفيه ايضاً (ج٤ص٢٠٢)

فاذا لم يؤدفى الوقت بقى الوجوب فى غيره لقيام المعنى الذى له وجبت فى الوقت،فنقول انهالاتقضى بالاراقة ،لان الاراقة لاتعقل قربةوانما جعلت قربة بالشرع فى وقت مخصوص فاقتصر كونها قربة على الوقت المخصوص فلاتقضى بعد خروج الوقت ثم قضاء ها قد يكون بالتصدق بعين الشاة حية وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة۔

(١٠)......وفى الهداية (ج٤ص٤٤٦)

وهى جائزة فى ثلاثة ايام يوم النحر ويومان بعده......لنا ماروى عن عمر وعلى وابن عباس رضى الله تعالى عنه قالواايام النحر ثلاثة افضلها اولها وقد قالوه سماعاًلان الراى لايهتدى الى المقادير ......ولولم يضح حتى مضت ايامالنحر ان كان اوجب على نفسه او كان فقير اوقد اشترىٰ الاضحية تصدق بها حية وان كا ن غنياتصدق بقيمة شاة۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

[signature]

محمد یعقوب عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

٢٦-١-١٤٢٩ھ

الجواب صحیح جزی اللہ تعالیٰ المجیب خیرا

بندہ محمود اشرف غفراللہ لہ

٢٦ / ١ / ١٤٢٩ھ

الجواب صحیح

[signature]

٢٦-١-١٤٢٩ھ

الجواب صحیح

محمد عبد المنان عفی عنہ

٢٧ / ١ / ١٤٢٩ھ

جواب درست ہے کہ موکل پر نفس وجوب ہوئے بغیر وکیل کی طرف سے قربانی معتبر نہیں، لیکن اگر موکل کے شہر میں ایام اضحیہ ختم ہو چکے ہیں، اور وکیل کے شہر میں باقی ہیں، اور وہ موکل کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو اسمیں جواز و عدم جواز دونوں احتمالات ہیں، اور جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وکیل جب اپنے ایام اضحیہ میں قربانی کی نیت سے ذبح کیا تو وہ قربانی تو ہوگئی، اور موکل کی طرف سے ہوئی۔ عدم جواز کی صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہنا ہوگا کہ یہ تطوع ہوا، واجب اس سے ساقط نہ ہوا، لیکن جب تطوع اور وجوب میں تعارض ہو تو فراغ ذمہ کی جانب راجح ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ احتمال دوسرا بھی ہے، اسلئے احتیاط پر عمل کرنا چاہئے،

واللہ سبحانہ اعلم

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ ٢٦-١-١٤٢٩ھ